رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۰

ظلمتیں کافور ہوجائینگی اک دن دیکھنا | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ط | ہیں بھی اک نورانی چہرے کے پر تارو نہیں ہیں

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کردیگا۔ (الہام مسیح موعود)

چندہ مقامی خریداروں سے ساڑھے چار روپیہ

غیر ممالک سے ساڑھے سات روپیہ

مضامین بنام اڈیٹر

اور

باقی تمام خط و کتابت مینجر الفضل

قادیان ضلع گورداسپور کے پتہ پر ہو

ہفتہ میں دو بار شائع ہوتا ہے

آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۵)

جلد ۳ | مورخہ ۲۰ - مئی ۱۹۱۶ء | شنبہ | مطابق ۲۰ - رجب ۱۳۳۴ھ ہجری | نمبر ۱۱۵

مدینۃ المسیح

۱۔ حضرت خلیفۃ ثانی مسیح موعود بخیر و عافیت ہیں۔ اور اہل بیت خیریت سے ہیں

۲۔ دار الامان میں بخار کی سخت شکایت ہے کوئی گھر ہی اس سے خالی ہوگا۔ اللہ تعالی اپنا فضل و کرم کرے۔

۳۔ مہمان بھی قادیان میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ ازانجملہ برادر مکرم فخر الاسلام و محمد عمر صاحبان اور سیران ہوان کے نانوں کے متعلق ہمیں ایسی مہلت حاصل نہیں ہی۔ کہ درج اخبار کر سکیں۔ برادر محمد عبد اللہ تانگ

۴۔ پروفیسر عطاء الرحمن صاحب ایم۔ اے اپنے والدہ ماجد کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔

۵۔ مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب لکھنو تشریف لے گئے۔

اخبار احمدیہ

۱۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی نسبت خبر ملی ہے کہ بخیر و عافیت ہیں اور غالباً کسی کالج میں انگریزی اور اردو کے پروفیسر ہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ اللہ تعالی انہیں حفظ و امان میں رکھے۔

۲۔ تبلیغی کارروائی۔ سکرٹری انجمن احمدیہ لودہران سے لکھتے ہیں۔ جناب سید محمد لطیف صاحب مبلغ کے دو لیکچر جامع مسجد اور دو لیکچر قاسم والا پر نہایت کامیابی سے ہوئے۔ تعداد حاضرین خاصی ہو جاتی تھی۔ ایک لیکچر موضع سمراجا ڈھوری والا پر ہوا سامعین شوق اور آرام سے سنتے رہے۔ جمعہ کا خطبہ لودہران مسجد احمدیہ میں بہت دلکش ہوا۔ غیر احمدی لوگوں نے ہمیں رقعہ کے ذریعہ اپنی مسجد میں بلایا۔ جس پر تمام جماعت احمدیہ انکی مسجد میں چلی گئی۔ سید محمد لطیف صاحب نے خدا کے فضل سے نہایت اعلی پیرایہ میں تقریر فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دانا لوگ انکی کمزوری کو اچھی طرح سمجھکر حیات مسیح کے خیالات سے مذبذب ہو رہے ہیں امید ہے کہ بیعت کرنے والوں کے نام حضور کی خدمت میں پہنچ گئے ہونگے۔

مسلمانوں کی حالت۔ مولوی نیاز محمد صاحب چک عبد الخالق (جہلم) سے لکھتے ہیں۔ یہاں کے باشندے پیر پرست ہیں۔ ہر سال میں ایک عرس ہوتا ہے۔ چاروں طرف سے لوگ جھنڈے لئے ہوئے اور بلند آواز سے پنجابی میں شعر پڑھتے ہوئے پیر صاحب کے قدموں میں آن گرے پھر ایک چار دیواری کی قبرستان میں آکر سب نے قبروں پر سجدے کئے جب انکو کہا گیا کہ یہ تو غیر شرعی حرکت ہے تو کہنے لگے کہ فقر اور چیز ہے اور شریعت اور چیز۔ کوئی چار یا پانسو کے قریب آدمی ہونگے جنہوں نے ایسی حرکت کی۔ اور اسکے پیر صاحب کے خیال میں پڑے ہوئے

باہتمام شیخ عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا

برہمن بڑیہ میں ہمارے علما

مکرمی سید عبد الواحد صاحب برہمن بڑیہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ علمار خد نبگال۔ سید سرور شاہ صاحب چوہدری فتح محمد صاحب اور شیخ عبد الرحمن صاحب یہاں تشریف لائے۔ اور دو تین لیکچر یہاں ہوئے۔ ایک لیکچر دیوانی عدالت کی لائبریری میں وکلاء ہندو و مسلمان۔ میں عام طور پر ہوا پہلے چوہدری صاحب نے انگریزی میں تقریر کی۔ پھر مولانا سید سرور شاہ صاحب نے اردو میں۔ ان دو نو لیکچروں کا بہت فائدہ معلوم ہوا۔ اب یہاں کے تعلیم یافتہ ہندو مخالف مسلمانوں کے ساتھ ہماری جماعت کی باتیں کرتے ہیں۔ اور ان سے لڑتے ہیں۔ اگر اس قسم کے دو تین لیکچر یہاں اور ہو جائیں تو بہت ہی مفید ہوں۔ پھر تحریر فرماتے ہیں۔ دو آدمی جدید داخل سلسلہ ہوئے ہیں۔

الی برجی حمایت کون

اخویم محمد عثمان لکھنوی کے برادر محمد زبیر جن کے مضامین پیغام صلح بڑے فخر سے شائع کیا کرتا تھا۔ حضرت فضل عمر کی خدمت میں اپنے خط میں مندرجہ ذیل سطور بھی تحریر کرتے ہیں۔

میں نے انٹرنس لوری میں پاس کیا۔ اور اب سکینڈ ایر میں ہوں۔ اور کنگ کالج میں پڑھتا ہوں۔ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مجھے لغزش ہوئی۔ اور میں نے آپ کی مخالفت کی۔ لیکن بخدا کبھی کوئی سخت کلمہ زبان سے نہ نکالا۔ ہاں نبوت کے بارے میں آپ کو غلطی پر سمجھتا تھا۔ لیکن مولوی محمد عثمان نے حقیقۃ النبوۃ قادیان سے بھجوائی۔ وہ پڑھکر میں بالکل بدل گیا۔ اور میں نے لاہور والوں کو دنیا کا حریص پایا لیکن پھر بھی انہی کی طرف تھا۔ اور دل میں کچھ شکوک آپ کی طرف سے بھی تھے۔ اور وہ خلافت کے بارے میں تھے۔ پھر لکھنو میں مولوی سید سرور شاہ صاحب اور میر قاسم علی صاحب تشریف لائے ان سے گفتگو ہوئی۔ اور سب شکوک رفع ہو گئے۔ پھر مفتی محمد صادق صاحب کے ذریعہ سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی ہوں مخالفت بھی ہوتی ہے۔ لاہوری پارٹی کے نیچ جب جوابات و دلیلوں سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں۔ تو گالیاں دیتے ہیں۔ اور ناجائز طریقہ سے چاہتے ہیں۔ کہ اس سلسلہ میں روک ہو۔ لیکن خدا کا وعدہ سچا ہے۔ وہ سب کو مار گرا دیگا اور سچا اسلام دنیا میں رہیگا۔ لاہوریوں کیواسطے وہ مثل صادق آتی ہے۔ جس کو ہمارے یہاں ہندوستان میں کہتے ہیں۔ "کھسیانی بلی کھمبا نوچے"

بیعت خلافت کون کرسکتا ہے۔

ایک دوست کے خط کے جواب میں حضور نے لکھوایا۔ ہر ایک شخص جو حضرت صاحب کو مسیح موعود و مہدی مسعود سمجھتا ہو اور آپ کو ظلی اور بروزی نبی مانتا ہے۔ وہ بیعت کر سکتا ہے خواہ احمدیت کے متعلق مسائل میں اس کو مجھ سے اختلاف ہو۔ بشرطیکہ میری زندگی میں وہ اس اختلاف سے جماعت میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے

انگریزی پارہ قرآن مجید

یہاں اندور میں سب سے اول ایک شخص بالو کنہیالال نے نہایت ہی اخلاص سے انگریزی پارہ شریف خریدا ہے۔ کل ملا تھا۔ کہتا تھا کہ بس خوبیاں ہی خوبیاں نکلتی ہیں۔ نیز اس نے کہا کہ میں اس ترجمہ کو اردو میں کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا آپ یہ تکلیف نہ اٹھائیں ہم انشاء اللہ طبع ہو چکر اردو کا ترجمہ والا پارہ بھی روانہ کر دیں گے۔

یہ کوئی معمولی آدمی نہیں، اس نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو بھی دیکھا ہے عام لوگ اس کو دہریہ کہتے ہیں۔ لیکن ایک روز اس نے مجھے کہا کہ دراصل مجھے خداوند کریم کی ہستی کے کامل دلائل ہی نہیں ملے۔ اس نے یہ بھی بیان کیا۔ میں نے حضرت مرزا صاحب (علیہ السلام) کو لاہور میں دیکھا تھا۔ آپ کا دعویٰ نبی اور کرشن ہونے کا ہے۔ ایک دن عزیز غلام رسول مشن کالج میں جبکہ ایک لیکچر کیواسطے عیسائی جمع تھے قرآن کریم لیکر گئے۔ صاحب یورپین پادری نے ایک نوجوان مسلمان کو دیکھکر وعظ میں اس کی طرف خاص توجہ رکھی لیکن جب قرآن کریم دیکھا اور قادیان شریف کا نام پڑھا تو گویا ایک خوف سا پیدا ہو گیا۔

نکاح

جمعہ کے دن حضرت خلیفۃ المسیح نے بابو غلام حسین امرتسری کا نکاح منشی تاج الدین صاحب احمدی لاہوری کی لڑکی تاج بی بی کے ساتھ اعلان فرمایا۔ حق مہر دو ہزار۔ خدا مبارک اور بابرکت کرے۔

درخواست نماز جنازہ

دیوانجی عبد المجید صاحب احمدی آبادی نے ایک لمبی علالت کے بعد ۱۰ مئی سنہ ۱۹۱۶ء کو اس جہان فانی سے انتقال فرمایا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم نے وصیت کی تھی کہ میری وفات کی اطلاع قادیان کو کردیجائے تاکہ نماز جنازہ عام طور پر مومنین میرے لئے ادا کریں۔

ہر ایک احمدی کی وضعت

کو مبلغ ہونا چاہیئے اور ہر مبلغ کے لئے معین المبلغین کا رکھنا ضروری ہے۔ جس میں کثیر التعداد آیات قرآنی مع معانی و طریق استدلال و حوالجات کے بترتیب لکھی ہیں۔ ۱۰ روپیہ جلد پر محصول ڈاک علاوہ۔ پتہ۔ احمد حسین فرید آبادی۔ قادیان پنجاب

خبریں

یونان اور متحدہ سلطنتیں لنڈن ۱۵ مئی سے معلوم ہوا ہے کہ یونان اور دول متحدہ کے مابین کوئی اہم تصفیہ طلب امر باقی نہیں رہا۔

فرنچ ہوائیہ یورش۔ فرنچ طیاروں نے بلغر جرمن کمپ اگر انتی پر جو دیدی غاچ کے شمال مغرب میں چالیس میل مسافت پر ہے چار سو بم پھینکے۔

وزیر اعظم انگلستان آئرلینڈ میں (لنڈن ۱۵ مئی) مسٹر اسکوئتھ نے آج سہپر کو بلفاسٹ کے لارڈ میئر اور مقامی تجارتی کمیونٹی کے ایک درجن لیڈروں سے تین گھنٹہ پرائیویٹ مشورہ کیا۔

سر راجر کیسمنٹ کے مقدمہ کی سماعت (لنڈن ۱۵ مئی) آج سر راجر کیسمنٹ کے مقدمہ کا افتتاح ہوا۔ بلفاسٹ کے جان رابنس نے شہادت دی کہ اس نے چار ہزار برٹش قیدیوں سے مخاطب ہو کر چار مرتبہ تقریر کی تھی جن میں سے صرف پچاس معہ بیلی کے آئرش بریگیڈ میں شامل ہوئے کیسمنٹ نے کہا تھا۔ کہ جرمنی عنقریب جنگ میں مظفر و منصور ہونے والی ہے۔ لہذا میں آئرلینڈ کو آزاد کرانا چاہتا ہوں

روسی پیشقدمی۔ لنڈن ۱۶ مئی روس کا وہ لشکر جو موصل کیطرف بڑھ رہا ہے۔ بہت بڑا ہے اور وہ اس امر کا امکان

الفضل (بسم اللہ الرحمن الرحیم)
قادیان دارالامان ۔ ۲۰ مئی ۱۹۱۶ء

حضرت مسیح موعودؑ اور سر سید احمد

نمبر (۱)

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں

حق اور صداقت کے مقابلہ میں کھڑے ہونیوالے لوگوں کی آنکھوں پر ظلمت کی پٹی ۔ کانوں میں جہالت کا پنبہ اور عقل پر نادانی کا پردہ ہمیشہ سے پڑا ہوا ہوتا ہے وہ سب کچھ دیکھتے سنتے اور جانتے ہیں لیکن کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے ۔ انکی آنکھیں دیکھتی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت کے لئے بڑے بڑے نشانات ظاہر کر رہا ہے مگر بے سود ۔ ان کے کان سنتے ہیں کہ صدق اور سچائی کی مدد کے لئے عبرت انگیز واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں مگر بے فائدہ ۔ اُن کے دل و دماغ محسوس کرتے ہیں کہ ایک انسان کے ذریعہ دُنیا میں عظیم الشان انقلاب واقعہ ہو رہا ہے ۔ مگر لاحاصل لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اذان لا یسمعون بھا ۔ ان کے دل ہیں ۔ مگر سمجھتے نہیں ۔ انکی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ان کے کان ہیں مگر سنتے نہیں ۔ ایسا کیوں ہے ۔ اسلئے کہ انکی ان طاقتوں پر مُردنی چھائی ہوئی ہے ۔ وہ گو انسان نظر آتے ہیں ۔ مگر حیوانوں سے بدتر ہیں ۔ اولٰئک کالانعام بل ھم اضل حیوانوں میں کچھ نہ کچھ تو احساس ہوتا ہے لیکن ان میں اتنا بھی نہیں ۔ اولٰئک ھم الغٰفلون ۔ (۷ - ۱۷۸)

وُہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

اس قسم کے انسان نہ صرف سنین ماضیہ میں تھے ۔ بلکہ اس زمانہ میں بھی ہیں اور کیوں نہ ہوتے جبکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ایک برگزیدہ اور راستباز انسان دنیا کے لئے مبعوث ہوا تھا ۔ آہ! کیا ہی رُلا دینے والی بات اور کیسا دکھ دینے والا واقعہ ہے کہ اس انسان کے ذریعہ مذہبی دنیا میں ایک عظیم الشان تغیر آیا ہے ۔ اسکی سچائی کے لئے زمین اور آسمان بار بار گواہی دیتے ہیں اسکی صداقت کی تائید میں دُنیا کی اطراف واکناف سے پے درپے عبرت انگیز صدائیں آتی ہیں لیکن انسان غفلت شعار انسان حیوانوں سے بدتر انسان ہے ۔ کہ اسکی آنکھیں کچھ نہیں دیکھتیں ۔ کان کچھ نہیں سنتے اور دل کچھ نہیں محسوس کرتے ۔ کیا انسان کی اس غفلت شعاری اور خود فراموشی پر رنج و ماتم کرنے کا اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور موقعہ آئے گا ۔

اِمروز قوم من نشناسد مقام من

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا میں آکر جو کچھ کیا اسکو دیکھنے ۔ سمجھنے اور سوچنے کے لئے نہ تو کسی خاص عقل و بینش کی ضرورت ہے ۔ اور نہ وہ کچھ پوشیدہ اور در پردہ ہے جسکے معلوم کرنے کے لئے خاص سعی کی ضرورت ہو ۔ بلکہ عقل سلیم اور فطرت صالحہ کی ضرورت ہے ۔ اس کے ذریعہ ایک انسان نہایت آسانی اور عمدگی سے سب کچھ معلوم کر سکتا ہے لیکن جو لوگ اس سے خالی ہیں ان کے لئے مشکل اور نہایت مشکل ہے ۔ بھلا اگر انسان غفلت شعاری کے پھندوں اور عصیان کاری کے دھندوں میں گرفتار نہ ہوتے ۔ تو کیا حضرت مسیح موعود کو اپنے کارناموں میں یکتائے روزگار سمجھ کر انکی چوکھٹ پر آگرتے ۔ لیکن آہ! افسوس اور سخت افسوس ہے کہ اس ظلمت آباد ہند میں جہاں آپ مدت العمر عظیم الشان نشان دکھلاتے رہے ۔ جہاں آپ نے ایک مضبوط اور مستحکم چٹان پر اپنے سلسلہ کی بنیاد رکھی ۔ اور جہاں کے چپہ چپہ کو آپ کی صداقت اور راستبازی کے ملاحظہ کرنے کا شرف حاصل ہے ایسے لوگ بھی بستے ہیں ۔ جن کا خیال ہے ۔ کہ حضرت مسیح موعود نے انکو کوئی ایسا کام نہیں کیا ۔ جس سے ان کی صداقت ثابت ہو سکے جو کچھ انہوں نے کیا ہے اس سے بہت پہلے سر سیّد وہی کچھ کر گئے ہیں ۔ اسلئے مرزا صاحب کے دعاوی کو قبول کرنے کی ہمیں کیا ضرورت ہے اور ہم کیوں کریں ۔

روزے بگیرید یاد کنند وقت خوش مرا

اس کے متعلق میں صرف یہی کہونگا کہ اگر ایسے لوگ آنکھیں کان اور دل رکھتے تو کبھی اپنے لئے یہ فیصلہ کرتے ۔ لیکن افسوس کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے ۔ سنتے ہوئے نہیں سنتے اور سمجھتے ہوئے نہیں سمجھتے ۔ میں یہاں نہایت اختصار کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی وہ خصوصیات بتاؤں گا ۔ جن کا حامل سر سیّد کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس زمانہ تک کوئی انسان بھی پیش نہیں کیا جا سکتا ۔ اور جنکو دیکھ کر ایک حق پسند اور صداقت شعار انسان نہایت آسانی سے فیصلہ کر سکیگا کہ حضرت مسیح موعود کی کیا شان ہے ۔

کیا وفات مسیح سب سے پہلے سر سیّد نے بیان کی

سب سے بڑا مسئلہ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سر سید کی تقلید میں بیان کیا ہے وہ وفاتِ مسیح کا مسئلہ ہے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے سر سیّد نے اس کا اعلان کیا ۔ اور بعد میں مرزا صاحب نے اسی کو پیش کر دیا ۔ لیکن اگر غور و فکر سے کام لیا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ سر سیّد نے جس رنگ اور جس طرز سے اس مسئلہ کا اقرار کیا ہے ۔ اسمیں ۔ اور جس رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو صاف کیا ہے اسمیں زمین و آسمان کا فرق ہے ۔

سر سیّد کو حیات مسیح کے انکار پر سائنس نے مجبور کیا

کیا دُنیا اس بات سے ناواقف ہے ۔ کہ سر سیّد کو وفات مسیح کا کیوں اقرار کرنا پڑا ۔ دُنیا جانتی ہے ۔ اور خوب جانتی ہے کہ سر سیّد کو موجودہ فلسفہ اور سائنس نے حیات مسیح سے انکار کرنے پر مجبور کر دیا تھا ۔ اور اسکے لئے سوائے اسکے اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا کہ وفات مسیح کا اقرار کرتا کیونکہ اس نے بطور خود کچھ اصول بنائے تھے ۔ اور انہیں کو اس نے قانون قدرت قرار دے لیا تھا ۔ انکے خلاف جن باتوں کو اس نے اسلامی عقائد میں پایا ۔ ان کا انکار کر دیا ۔ اور اسبات کی ذرا بھر بھی پرواہ نہ کی کہ اسطرح اسلام پر زد پڑتی ہے مثلاً اس نے صاف اور صریح طور پر ملائکہ کے وجود سے انکار کر دیا ۔ حالانکہ ملائکہ کے ماننے کے بغیر قرآن کریم کے رُو سے کوئی شخص مسلمان ہی نہیں ہو سکتا ۔ اسی طرح اس نے معجزات کو بھی وہ حیثیت نہ دی ۔ جو اسلام نے دی ہے کیوں اس لئے کہ اسکے مقرر کردہ اصول کے خلاف تھی اسی طرح اگر حضرت مسیح کی وفات کا اقرار کیا ہے تو اس لئے نہیں کیا کہ قرآن کریم سے ثابت ہے ۔ اور نہ اسلئے کہ اسلام کے

کے خلاف ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اسکے مقرر کردہ قوانین کے خلاف ہے اسکے علم کے خلاف ہے اس کے فلسفہ اور سائنس کے خلاف ہے۔ اگر وہ قرآن کریم کے بتلانے سے اس کا قائل ہوتا تو پھر کیا وجہ تھی کہ وہ باتیں جن کا ماننا قرآن کریم ایک مسلمان کے لئے ضروری اور لازمی قرار دیتا ہے ان کا انکار کرتے ہوئے اس نے قرآن کریم کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اور نہایت بے باکی سے ان کا انکار کر دیا ۔

حضرت مسیح موعود نے وفات مسیح کا اعلان محض اسلئے کیا کہ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے۔

اسکے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھو۔ آپنے وفات مسیح کا اقرار اسلئے نہیں کیا کہ موجودہ فلسفہ اور سائنس کی رُو سے حیات مسیح ماننے میں اسلام پر زد پڑتی ہے۔ اور نہ آپنے اس لئے اقرار کیا کہ قانون قدرت کے خلاف ہو۔ اور خدا کو ایسا کرنے کی طاقت نہیں ہے اور نہ ہی اس لئے انکار کیا کہ آپنے کچھ اصول قرار دے لئے تھے جنکے خلاف جو بات پائی اس کا انکار کرتے ہوئے حیات مسیح کا بھی انکار کر دیا۔ بلکہ اس لئے کہ قرآن کریم کہتا ہے کہ حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ کوئی شخص زندہ آسمان پر نہیں جا سکتا۔ یہ وہ عظیم الشان فرق ہے۔ جو حضرت مسیح موعود اور سرسید میں وفات مسیح کے ماننے کے متعلق ہے سرسید قرآن کریم کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اس لئے ایسی باتوں کا انکار کر دیتا ہے۔ جن کا ماننا قرآن کریم ضروری قرار دیتا ہے اور اسی ذیل میں حیات مسیح کا انکار کرتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کو مان کر وفات مسیح کا اقرار کرتے ہیں۔ اور اسلئے اقرار کرتے ہیں کہ حیات مسیح کا عقیدہ قرآن کریم کے بالکل خلاف ہے۔ کیا اس بات کو معلوم کرتے ہوئے بھی کوئی عقلمند ہے جو کہے کہ حضرت مسیح موعود نے وفات مسیح کے ماننے میں سرسید کی تقلید کی ہے۔ اور اس کا پیش کردہ مسئلہ خود پیش کرنا شروع کر دیا ہے ۔

سب سے پہلے آواز اٹھانے میں کوئی خصوصیت نہیں

اگر یہ کہا جائے کہ گو حضرت مرزا صاحب اور سرسید کے وفات مسیح کے ماننے اور پیش کرنے کے طریق میں اختلاف ہے۔ لیکن اس میں تو کلام نہیں کہ پہلے سرسید نے ہی اسکے متعلق آواز اٹھائی تو میں کہتا ہوں کہ :-

اوّل تو جب سید احمد قرآن کریم کے صریح خلاف بعض باتوں کے متعلق عقیدہ رکھتا تھا تو اس کا وفات مسیح کا قائل ہونا وہی حیثیت رکھتا ہے جو ایک ہندو، آریہ یا برہمو سماجی کا وفات مسیح کا قائل ہونا رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی مانتے ہیں کہ کوئی انسان زندہ آسمان پر نہیں جا سکتا۔ اسی اصول کے مطابق سرسید نے اقرار کیا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکا ہے۔

دوم۔ سرسید سے بہت پہلے فرقہ معتزلہ وفات مسیح کو مانتا تھا۔

سرسید سے پہلے بعض لوگ وفات مسیح کے قائل تھے

امام مالک بھی وفات مسیح کے قائل تھے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ما محمد الا رسول والی آیت پڑھی تو تمام صحابہ نے تمام گذشتہ انبیاء جن میں حضرت مسیح بن مریم بھی شامل ہیں انکے فوت ہو جانے پر اجماع کیا تھا۔ اسلئے کیوں نہ کہا جائے کہ سرسید نے بھی انہیں کی مانی ہوئی بات کو خود پیش کرنا شروع کر دیا۔ اور وفات مسیح کا ماننا اسکی اپنی قابلیت کا نتیجہ نہ تھا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے توحید کے دو واعظ تھے عرب میں۔

لیکن میں کہتا ہوں کسی بات کے متعلق غلط طریق سے پہلے آواز اٹھانا وجہ فضیلت نہ کبھی پہلے ہوئی ہے۔ اور نہ اب ہو سکتی ہے۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ملک عرب میں دو شخص ایسے پیدا نہ ہو چکے تھے۔ جو بتوں کے خلاف لوگوں میں وعظ کرتے اور ایک خدا کی پرستش کی تاکید کرتے تھے۔ لیکن جب آپ مبعوث ہوئے تو آپنے بھی سب سے پہلے یہی کام شروع کیا۔ اسکو دیکھ کر انہیں سے ایک نے وہی کہا جو آج حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق سرسید کی طرف سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے (سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم) مجھ سے یہ بات حاصل کی ہے۔ اگر اس بات کے لئے خدا نے اسکو رسول بنایا ہے تو رسول بننے کا اس سے زیادہ میرا حق تھا۔ کیا اس سے کوئی یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ عقیدہ سیکھا تھا۔ ہرگز نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی نسبت کہا جائے کہ آپنے وفات مسیح کا مسئلہ سرسید سے سیکھا ہے ۔

افسوس! لوگوں کے دلوں سے حق اور انصاف کا مادہ مفقود ہو گیا ہے ورنہ ایسی صاف اور بین بات کے سمجھنے میں دھوکہ نہ کھاتے ۔

چند امتیازی خصوصیات مسیح موعودؑ و سرسید کی پوزیشن میں

میں کہتا ہوں کیا سرسید کے صرف اسلئے کامیابی کا سہرا رکھا جا سکتا ہے کہ اس نے وفات مسیح کا اسلام کے رُو سے نہیں بلکہ اپنے اصول کے رُو سے خود اقرار کیا۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ کہ جس ذات مقدس نے عین اسلام کے مطابق نہ صرف خود اقرار کیا بلکہ ایک دنیا کے منوانے کے لئے قرآن کریم اور احادیث سے ایسے ایسے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ بھی پیش کئے۔ اور جنکے مقابلہ کی کسی کو جرأت ہی نہ ہو سکی۔ انہیں سرسید کی تقلید کرنیوالا کہا جائے۔ خدا کیلئے کچھ تو انصاف کرو ۔

(۱) جاؤ سرسید کی کتابوں کی ورق گردانی کرو۔ اور حضرت مسیح موعود کی کتابوں کو بھی دیکھو کہ دلائل قرآنی اور احادیث کے رُو سے کس نے وفات مسیح کو پیش کیا ہے ۔

(۲) پھر معلوم کرو۔ تاریخی طور پر کس نے انجیل سے حضرت مسیح کا صلیبی موت سے بچ کر طبعی موت سے وفات پانا ثابت کیا ہے ۔

(۳) پھر جاؤ دریافت کرو۔ کس نے تاریخ سے حضرت مسیح کی قبر کا کشمیر میں پتہ بتایا ہے۔ اگر سوائے حضرت مسیح موعودؑ کے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ اور یہ صرف آپ ہی سے خصوصیت رکھتا ہے تو بتلاؤ۔ وفات مسیح کے پیش کرنے کا کام آپ سے بڑھ کر تو الگ رہا۔ آپکے برابر ہی کس نے کیا؟ ۔

(۴) اگر کسی کی آنکھیں ہیں تو دیکھے۔ کان ہیں تو سنے اور دماغ ہے تو غور کرے کہ لفظ توفی کے متعلق حضرت مسیح موعود نے ہی یہ تحدی کی تھی۔ کہ اگر خدا تعالیٰ فاعل ہو اور ذی روح مفعول ہو تو سوائے قبض روح کے اور کوئی معنے ہو ہی نہیں سکتے۔ اگر کوئی اور معنے ثابت کر دے تو دس ہزار ۱۰۰۰ روپیہ انعام دیا جائے گا۔ کیا سرسید یا کسی اور کو دنیا میں یہ کہنے کی جرأت ہوئی یا اور اس قسم کے تحدی آمیز الفاظ کسی کے منہ سے نکلے۔ ہرگز نہیں۔ اور کیا یہ ایک ایسا کارہی حربہ تھا

جو حیات مسیح کے ماننے والوں کو بالکل بے دم کر گیا لیکن یہ کس نے چلایا۔ اسی خدا کے برگزیدہ نے جو دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اور جس کا علم انسانوں سے ماخوذ نہ تھا بلکہ خدا سے حاصل کردہ تھا *

(۵) پھر دیکھئے معراج میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا دیگر وفات یافتہ انبیاء میں ہی حضرت عیسےٰ کو دیکھنا *

(۶) اس طرح معراج میں جس مسیح کو دیکھا اس کا اور حلیہ بیان کرنا اور آنیوالے مسیح کا اور بتانا۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث سے حضرت مسیح کو کس نے وفات یافتہ ثابت کیا *

(۷) اور کس نے یہ اعلان کیا کہ اگر کوئی مرفوع متصل حدیث خواہ وہ ضعیف یا موضوع ہی کیوں نہ ہو۔ اور وہ حدیث کی چھوٹی سے چھوٹی کتاب میں ہو۔ ایسی پیش کرے جس میں یہ الفاظ ہوں کہ حضرت مسیح زندہ اور آسمان پر ہیں۔ اور آسمان سے ہی اُترینگے۔ تو اسکو بیس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ کیا کسی کو جرأت ہوئی کہ کوئی حدیث پیش کرتا۔ ہرگز نہیں۔ کیا ان لوگوں کے تمام دلائل اور براہین کا اس سے فیصلہ نہ ہو گیا۔ جنھوں نے قرآن کریم کو چھوڑ کر حضرت مسیح کے نازل ہونے کے عقیدہ کو احادیث کے بعض الفاظ کی وجہ سے کچھ کا کچھ سمجھا ہوا تھا۔ لیکن یہ کس نے کیا۔ اسی نے جسے خدا کی طرف سے علم دیا جاتا تھا۔ اور جو حیات مسیح کے باطل عقیدہ کو قرآن کریم اور احادیث کے ذریعہ اکھیڑ کر پھینکنے کے لئے آیا تھا۔ کیونکہ اسلام کی حیات اسی میں تھی۔ میں منصف مزاج اور حق پسند اصحاب کی خدمت میں اس نہایت مختصر سے موازنہ کو پیش کر کے

سراب اور آب میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔

عرض کرتا ہوں کہ کیا وہ بتلائینگے کہ وفات مسیح کے مسئلہ کو سرسید نے جس رنگ میں پیش کیا تھا وہ اسلام کے لئے مفید تھا یا جس رنگ میں مسیح موعود نے پیش کیا وہ اسلام کے احیاء کا موجب تھا۔ اور کیا اسقدر تفاوت کے باوجود بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے سرسید کی تقلید میں اس مسئلہ کو پیش کیا۔ خدارا اس بات پر غور کیا جائے کہ سرسید نے اس طریق سے حیات مسیح کا انکار کیا۔ جس سے اُسے اور بھی نہایت اہم باتوں کا انکار کر کے اسلام کو ضعف پہنچانا پڑا۔ لیکن حضرت مسیح موعود نے اس طریق سے انکار کیا۔ کہ اسلام کی صداقت پر جو گرد و غبار تھی وہ سب دُور ہو گئی۔ اور نہایت چمک کے ساتھ اسلام ظاہر ہو گیا آیندہ میں انشاء اللہ بتاؤں گا کہ دُنیا میں آکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا کیا۔ اور سرسید کیا کر گیا *

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ

تصدیق المسیح ؑ

مذاہب عالم کی کتب ہائے سماویہ خواہ وہ کتب اپنی اصلی حالت میں صفحہ ہستی پر قائم ہیں یا نہیں۔ اور کتب متعلقہ دین و دیگر کتب متعلقہ تاریخ دین کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اور مامور دنیا میں ایسے زمانے میں مامور کئے جاتے ہیں۔ جبکہ دنیا کسی ایسی سخت تاریکی میں پڑی ہوئی ہوتی ہو کہ چہرہ صداقت چشمہائے طالبان صداقت سے عالم حجاب میں ہوتا ہے۔ اس تاریکی کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے بُعد ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ اس بعد کا نام ہی تاریکی ہے اسی لئے جسقدر نبی آتے ہیں۔ ان سب کی پہلی منادی اعبدوا ربکم ہوتی ہے یہ دوری یہ بُعد کئی طرح سے ہوتا ہے۔ لیکن دراصل دیکھا جائے۔ ان سب کا نتیجہ شرک ہے جسکی آگے پھر کئی قسمیں ہیں کبھی ذات باری تعالیٰ ہی سے انکار اور کبھی اُسکے احکام کی نافرمانی *

وہ کتابیں جو دنیاوی علوم پر لکھی گئی ہیں۔ انہیں سے جسقدر کوئی کتاب کسی علم کے دقیق در دقیق پہلوؤں کو بیان کرتی ہے اسی قدر وہ مشکل ہوتی ہے۔ اسی طرح روحانی علوم کی کتابیں جسقدر روحانیت کے مختلف در مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں وہ دُنیاوی علوم کی کتابوں سے بھی بڑھ کر مشکل ہوتی ہیں۔ دنیاوی علوم جو بہت مشکل ہوتے ہیں جب تک کسی اس علم کے اُستاد سے نہ پڑھے جائیں وہ ہم پر نہیں کھلتے۔ حالانکہ دنیاوی علوم ظاہرات پر مبنی ہیں اور ہم ظاہرات کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ لیکن پھر بھی دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی خاص علم کے پڑھنے والے کو اس علم کا اُستاد نہیں ملتا تو وہ اس علم کو چھوڑ کر دوسرا پڑھنا شروع کر دیتا ہے تو روحانی علوم جو دنیاوی علوم سے کہیں ادق ہیں اور جنکی بناء نہ صرف ظواہر پر بلکہ زیادہ تر باطنیات پر واقع ہوئی ہے۔ اُن علوم کی انسان کو سمجھ خود بخود کسطرح آجانے اسلئے ضروری ہے کہ انسان اس سے پھر جائے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مذہبوں کے ہوتے ہوئے جو سب کے سب خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرواتے ہیں۔ لوگ دہریت کی طرف قدم زن ہیں۔ اوّل یہ کہ سب کتابیں بجز قرآن شریف کے محرف و مبدل ہو چکی ہیں۔ اور ان میں وہ تعلیمیں نہیں رہی ہیں جو کسی انسان کو اس علم باطنی کی طرف رہبری کر سکیں۔ جسکی طرف مذہب ہوتا ہے۔ اس لئے ان کتابوں کے پیرو بوجہ اس تعلیم کے نہ ہونیکے شرک میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ باقی رہا۔ قرآن شریف اس میں وہ تعلیمیں تو سب موجود ہیں۔ جو ایک طالب راہ حق کو چشم بصیرت عطا کر سکتی ہے۔ لیکن یہاں بھی بوجہ اُستاد نہ موجود ہونے کے لوگ اُن تعلیموں کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس لئے پھر اسی طرح شرک میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ پس جب یہ حالت ہمیں پہلی کتابوں میں نظر آتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی نبی یا مامور مبعوث ہوتا ہے۔ یعنی جب حضرت موسیٰ تشریف لائے تو چونکہ آپ سے پہلے کی تعلیم کا کوئی وجود نہیں رہا تھا اس لئے لوگ شرک میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اور جو کتاب آپ کو دیگئی تھی۔ اُسے بجز اس کے کہ آپ جیسا کوئی اُستاد ہو کوئی چلا نہیں سکتا تھا۔ اس لئے پھر کتاب کے ساتھ آپ کو بھی بھیجا گیا۔ پھر بعد ازاں جب کبھی ایسے اُستاد کی ضرورت پیش آتی۔ آپکے سلسلے میں کوئی نہ کوئی اُستاد اس کتاب کو سکھانے والا بھیجا گیا یہانتک کہ یہ سلسلہ حضرت مسیح تک پہنچ گیا۔ اور وہاں سے پھر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچا۔ نبی کریم ؐ کی بعثت کی غرض بھی یہی تھی کہ تورات محرف مبدل ہو چکی تھی۔ لوگ بوجہ اصل الہامی کتاب موجود نہ ہونے کے خدا تعالیٰ کی معرفت کے علوم سے بے بہرہ ہو رہے تھے۔ اس لئے پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کتاب بھیجی جسمیں معرفت الٰہی کے علوم کے سمندر موجود تھے۔ اور اس کے ساتھ پھر آپ کو اُستاد کامل مقرر کر کے بھیجا۔ تا لوگوں کو آپ معرفت الٰہی کے علوم پڑھا دیں غرضیکہ یہ سلسلہ بھی چلا۔ یہاں تک کہ جب کبھی قرآن شریف

کے سمجھنے والے نہ رہے۔ تو کوئی نہ کوئی اُستاد مجدد کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ اور لوگوں کو جسقدر اُن علوم کی ضرورت تھی وہ سکھا گیا۔ لیکن موجودہ زمانہ اپنے حالات سے ظاہر کر رہا ہے کہ اس وقت بوجہ دوسری کتابوں کے اصل تعلیم نہ رکھنے کے ان کے پیرووں میں دہریت کا انتہا زور ہے۔ اور دوسری طرف قرآن شریف جیسی الہامی اور علوم دینیہ کی کتاب ہوتے ہوئے مُسلمان بھی دہریت کی طرف قدم زن ہیں یہ ظاہر ہے کہ دوسرے مذاہب والوں میں کوئی خدا کیطرف سے بلانیوالا اور اُسکی معرفت کے علوم پڑھانے والا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے پاس تو اس علم کی کتاب ہی نہیں جس کا اُستاد تلاش کیا جاوے۔ اور مُسلمانوں میں چونکہ ایسی کتاب موجود ہے جو قسم قسم کے علوم حقہ ہے۔ اِس لئے انہیں میں سے کوئی اُستاد ہو سکتا ہے۔ الغرض کسی نبی کے مبعوث ہونے کی جو ضرورت ہے وہ اِسوقت موجود ہے۔ یعنی کہ اسوقت عیسائیت جنہیں کہ لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کیا ہوا ہے وہ لالچ دلا کر یا کسی طرح سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ آگے پھر اس میں چونکہ اصل رُوحانی تعلیم نہیں۔ اِس لئے پھر لوگوں کو دہریت کی طرف راستہ کھل جاتا ہے۔ اور وہ عیسائیت کی تعلیم کو بھی چھوڑ کر دہریہ ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح دوسرے مذاہب کا حال ہے۔ غرضیکہ دُنیا میں ایک اندھیرا پھیلا ہوا ہے۔ دوسرے مذاہب والے بوجہ اپنی تعلیم کامل نہ ہونے کے لوگوں کو راہ راست دکھا نہیں سکتے۔ اور لوگ قرآن شریف کو بوجہ اسکے ادق و اہم ہونے کے سمجھ نہیں سکتے۔ لہٰذا مطابق آیت الحمد للہ الذی خلق السمٰوٰت والارض وجعل الظلمات والنور۔ یہ زمانہ اِسبات کا تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا نور آوے سو الحمد للہ کہ وہ نُور اُتر آیا۔ اور وہ قادیان کی بستی میں مرزا غلام احمد مسیح موعود کے رنگ میں ظاہر ہوا۔ زمانہ اسکے دعوے کی صداقت کا شاہد ہے وہ پکار پکار کہتا ہے کہ دعویٰ بروقت ہے دُنیا اسوقت ظلمت میں پڑی ہوئی ہے اسوقت کسی ایسے نور کی ضرورت ہے کہ وہ اعبدوا ربکم کی منادی کرے۔ اور معرفت اللہ کے علوم جو قرآن شریف میں بتائے گئے ہیں۔ لوگوں پر ظاہر ہوں تاکہ لوگ اعبدوا ربکم کی غرض و غایت کو سمجھیں اور اسکی طرف دوڑے ہوئے آئیں ؛

پس اے دیگر مذاہب والو! یہ تمہارے رسولوں کے دعووں جیسا دعوے ہے۔ اور اے مسلمانو! یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسا دعویٰ ہے۔ غور کرو۔ سوچو۔ ظلمت سے نکلکر نور میں آؤ ؛

قصص باطلہ

حضرت داؤد پر دشمنوں کا حملہ اور اُسکی حقیقت

هل اتاك نبؤا الخصم اذ تسوروا المحراب

(سُورہ ص رکوع ۲)

اسرائیلیات کا زور اسلام میں

یہ آیت کریمہ بھی ان آیات میں سے ہے جنہیں مفسرین نے بڑے اختلاف کئے ہیں۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ایسے لغو اور بے ہودہ قصے بنائے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی شان سے بعید اور آیات قرآنی کے صریح خلاف ہیں۔ قرآن کریم کی پاک تعلیم ان قصص باطلہ سے جو اسکی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ بالکل پاک اور منزہ ہے۔ نہ معلوم کہ ہمارے مفسرین نے ایسے لغو قصوں کو کیونکر اپنی تفسیروں میں لکھ دیا۔ اور انہیں لکھ کر نہ صرف غیروں کو بلکہ اپنوں کو بھی ہنسی کا موقعہ دیا۔ پیشتر اسکے کہ ہم اس پر کچھ روشنی ڈالیں ہم پہلے اس قصہ کو ذیل میں درج کرتے ہیں :-

"وہ قصہ یہ ہے کہ نعوذ باللہ حضرت داؤد علیہ السلام اوریا نامی عورت پر عاشق ہو گئے تھے۔ اور اس عورت کو لینے کے لئے اسکے خاوند کو قتل کرانے کی بہت کوشش کی مگر ہر موقعہ پر داؤد علیہ السلام ناکام رہے آخر اُسے سپاہی بنا کر بھیجا۔ اور وہ جنگ میں مارا گیا۔ اور اسکی بیوی سے انہوں نے نکاح کر لیا نکاح کے بعد دو فرشتے اللہ تعالیٰ نے انکی طرف بھیجے تاکہ انہیں ایک فرضی قصہ بنا کر یہ بات سمجھائیں۔ کہ اُنھوں نے غلط دوسرے آدمی کی بیوی چھین کر اپنی بیویوں کی تعداد یکصد کرنی چاہی ہے"

اس قصے کے غلط ہونے کے قرائن

اس منگھڑت قصے کی تردید کے لئے کسی لمبی چوڑی تاویل کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اسی رکوع سے اس کا باطل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اسی رکوع میں فرماتا ہے۔ اصبر علی ما یقولون واذکر عبدنا داؤد ذا الاید انہ اواب - یعنی یا رسول اللہ جس طرح اُسوقت کے شریر النفس انسان داؤد علیہ السلام کو تکلیف میں ڈالنا چاہتے تھے۔ اور وہ صبر سے کام لیا کرتے تھے تو بھی ان کفار کی تکلیفوں پر صبر کر۔ اور اس وقت ہمارے بندے داؤد کا مطالعہ کر۔ کہ وہ کسطرح بدیوں سے رُکنے والا اور نیکیوں پر دوام کرنے والا۔ اور مصائب پر آہ و بکا نہ کرنے والا تھا۔ اور جو بڑی طاقت والا تھا یہ نہیں کہ ہوا و شہوانیہ کے لئے فوراً بدی کرنے کے لئے مستعد ہو جاتا تھا۔ انہ اواب وہ ہماری طرف جھکنے والا تھا۔ یعنے اُسے دُنیا سے کچھ بھی سروکار نہیں تھا کہ معمولی معمولی باتوں پر اس دنیا سے محبت رکھتا اب ایسے صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے پھر داؤد علیہ السلام کی طرف ایسا لغو قصہ منسوب کرنا قرآنی الفاظ کے منشا کے خلاف ہے ؛

دوسرا قرینہ - جو اِسبات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اس فعل کے مرتکب نہیں ہوئے۔ اِسی رکوع میں موجود ہے۔ لیبغی بعضهم علےٰ بعض الا الذین امنوا و عملوا الصلحت وقلیل ما هم - یعنی جو شخص مومن اور عمل صالح کرتا ہے وہ بغاوت کرکے دوسرے کے حق کو نہیں چھینتا۔ اِسبات کو تو بالاتفاق سب مانتے ہیں۔ کہ داؤد علیہ السلام نبی تھے جبکہ ایک ادنیٰ درجہ کا مومن بھی اس کا مرتکب نہیں چہ جائیکہ ایک نبی ایسا فعل کرے ؛

تیسرا قرینہ - خدا تعالےٰ کا انکو خلیفہ بنانا جیساکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یا داؤد انا جعلناك خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق - نعوذ باللہ من ذالک - اگر داؤد علیہ السلام ایسے ہی بُرے تھے۔ تو خدا تعالیٰ نے ان کے انتخاب میں غلطی کی۔ کیونکہ اِسبات کے ماننے سے اللہ تعالےٰ کے عالم الغیب ہونے پر خطرناک دھبہ آتا ہے۔ کیونکہ بھیجا تو لوگوں کی اصلاح کے لئے تھا نہ کہ آتے ہی خود اپنی اصلی حالت سے ہی گر جائیں ؛

چوتھا قرینہ - اِس سے اگلے ہی رکوع میں اللہ تعالیٰ سب نبیوں کا ذکر فرما کر کہتا ہے - انهم عندنا لمن المصطفین الاخیار - کہ وہ سب ہمارے برگزیدہ اور اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں سے تھے ؛

کیا کبھی ایسے افعال کرنیوالے خدا تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہو سکتے ہیں۔ کیا متقی اور فاجر ایک جیسے ہو سکتے ہیں۔ ام نجعل المتقین کالفجار۔ جب دونوں برابر

نہیں ہو سکتے۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسا انسان خدا تعالیٰ کی طرف سے نبوت کا مرتبہ حاصل کرے۔ جب قرآن کریم فرماتا ہے اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ کہ جسکو ہم رسالت بخشتے ہیں اسے ہم خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ آیا وہ اس کا اہل ہے یا نہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک اگر داؤد علیہ السلام ایسے ہی برے انسان تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں رسالت کا مرتبہ کیونکر عطا فرما دیا ٭

پانچواں قرینہ۔ وان لہ عندنا لزلفیٰ وحسن مآب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ داؤد علیہ السلام ہمارے نہایت ہی مقرب اور اعلیٰ مقام کے آدمی تھے۔ جس انسان کی نسبت خود اللہ تعالیٰ فرماوے کہ یہ ہمارا مقرب انسان ہے پھر ایسے انسان کی طرف ایسی لغویات منسوب کرنا بڑی بد دیانتی ہے۔ اور آیات قرآنی کی صاف صاف مخالفت ہے ٭

اصل حقیقت کیا ہے؟

ان سب قرائن سے تو صرف اسقدر ثابت ہوا کہ یہ قصہ انکی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب داؤد علیہ السلام کی نسبت ایسے الفاظ موجود ہیں جو ان کے گناہ کی شہادت دیتے ہیں۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں۔ وظن داؤد انما فتنٰہ فاستغفر ربہ وخر راکعا واناب فغفرنا لہ ذالک۔ یعنی داؤد علیہ السلام پہلے قصہ کے ذکر کے بعد معاً گناہ کا اقرار کر کے معافی کے خواستگار ہوئے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ انہوں نے یہ گناہ کیا ہے مگر اصل حقیقت یوں نہیں۔ بلکہ اس آیت کے صحیح معنے یہ ہیں کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اسی وقت سے اللہ تعالیٰ دنیا کی اصلاح کے لئے کوئی نہ کوئی مصلح بھیجتا رہا ہے۔ اور جب وہ مصلح اور خدا کا برگزیدہ دنیا میں کھڑا ہوا۔ تو لوگ اسکے دشمن اور خون کے پیاسے ہو گئے۔ چنانچہ قرآن کریم کی بعض آیات سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وکذالک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین۔ کہ ہم ہر ایک نبی اور مصلح کے مقابل میں کچھ دشمن کھڑے کر دیتے ہیں تاکہ اس مستضعف کا مقابلہ کر کے صداقت کا جھنڈا دنیا میں گاڑیں اور تاکہ اپنے جلال کا نمونہ اس ضعیف انسان کے ہاتھ سے دنیا کو دکھلاویں اس وقت انبیاء کے دشمن جنہیں دنیا میں بڑا بننے کی خواہش ہوتی ہے۔ اس خلعت اور کرتہ کو اتارنا چاہتے ہیں۔ اور انبیاء کا دن بدن ترقی کرنا انکی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتا ہے۔ جسکو وہ برداشت نہیں کر سکتے۔ اس لئے وہ لوگ ان پاک فطرت انبیاء پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ یرید ان یتفضل علینا۔ کہ یہ بڑا بننا چاہتا ہے۔ چنانچہ اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کفار عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سلوک کیا۔

الغرض لوگ انکے تباہ کرنے کے لئے کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے۔ پھر ملک میں قسم قسم کی بغاوتیں اور شورشیں پھیلاتے ہیں لیکن باوجود اسکے وہ خبیث الفطرت انسان ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ پس اسی سنت کے مطابق ضروری تھا کہ داؤد علیہ السلام سے بھی یہی سلوک کیا جاتا۔ چنانچہ آپکے ملک میں بھی ایسے مفسد۔ حساد شورشیں کرنیوالے پیدا ہوئے۔ جسطرح کہ لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیوار کود کر قتل کیا۔ اسی طرح داؤد علیہ السلام کو بھی غفلت میں پاکر قتل کرنا چاہتے تھے۔ اذ دخلوا علیٰ داؤد ففزع منہم۔ جب شریر لوگ دیوار کود کر عین عبادت کے وقت میں داؤد علیہ السلام کے پاس گئے۔ جب باغی لوگوں نے دیکھا کہ داؤد علیہ السلام تو چوکس بیٹھے ہیں تو جھٹ ایک بات بنالی کہ بغیٰ بعضنا علیٰ بعض۔ کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر ظلم اور سرکشی کی ہے اور دوسرے کا حق لے لیا ہے۔ اور وہ جھگڑا یہ ہے کہ میرے بھائی کی ۹۹ دنبیاں ہیں۔ اور میری ایک ہی دنبی ہے۔ اور اسے بھی وہ لینا چاہتا ہے۔ فاحکم بیننا بالحق ولا تشطط واھدنا الی سواء الصراط۔ کہ آپ ابھی وقت فیصلہ کر دیں۔ اور تاریخ نہ ڈالیں اور دوسرے معنے یہ ہیں کہ اس وقت جو ہم دیوار کود کر آئے ہیں۔ ہمیں سیدھا راستہ بتاویں تاکہ آسانی سے باہر جا سکیں۔ ان کے اس طرز کلام سے صاف طور پر شرارت ثابت ہوتی ہے ٭

قرینہ اول۔ جو انکی شرارت پر دال ہے۔ ان کا دیوار کود کر اندر جانا انکی بے باکی اور بغاوت کا ثبوت دیتا ہے ورنہ دنیا میں یہ کبھی نہیں ہوتا کہ رعایا ایسی معمولی باتوں پر شاہی دیواریں پھاندنی شروع کر دے۔ اگر معمولی انسان کی دیوار کو کوئی شخص کودے تو وہ بھی مجرم سمجھا جاتا ہے۔ پھر ان کا شاہی دیوار کو کودنا کیونکر بر بناء بغاوت نہ سمجھا جاوے ٭

قرینہ دوم۔ یہ ایک ایسا معمولی مقدمہ تھا کہ جس کا فیصلہ ادنے عدالت بھی کر سکتی تھی۔ شاہی دیوار کو کود کر جانا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ دراصل انہوں نے یہ ایک بہانہ کیا تھا۔ اور حقیقت میں انکی کچھ اور غرض تھی۔ اور وہ قتل ہی تھی ٭

قرینہ سوم۔ ان کا ولا تشطط یعنی لمبی مدت اور تاریخ نہ ڈالیں کہنا۔ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ انکی شرارت تھی۔ (۲) ان کا بادشاہ کو یہ کہنا کہ اس وقت فیصلہ کر دیں۔ اس سے انکی یہ غرض تھی کہ اگر ابھی فیصلہ ہو گیا تو بات یہیں ختم ہو جائیگی۔ اور یہ منگھڑت راز افشا نہ ہوگا۔ اور اگر لمبی تاریخ پڑ گئی تو اسکی لمبی تحقیقات ہونگی اور ہماری تحقیقات میں قلعی کھل جائے گی۔ اور ہم بغاوت میں پکڑے جائینگے۔ ورنہ کونسی ایسی بات تھی جس کا فیصلہ دوسرے دن نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اسی وقت اس کا فیصلہ ضروری تھا ٭

واھدنا الی سواء الصراط میں وہ تجاہل عارفانہ کے طور پر کہتے ہیں کہ ہمیں باہر جانے کا راستہ بتاویں۔ کیونکہ ہمارا دیوار کودنا ناواقفی اور لاعلمی کی وجہ سے ہے۔ کیا دنیا میں کوئی عقلمند اس بات کو باور کر سکتا ہے کہ ایک شخص ایک گھر کو اور خصوصاً شاہی دیوار کو کود کر اندر چلا آئے۔ اور ایسا بیہودہ عذر کرے کہ مجھے علم نہ تھا۔ بجز اسکے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ کہ یہ انکی شرارت تھی۔ اور یہ منصوبہ جو انہوں نے کیا تھا محض افتراء تھا۔ اور درحقیقت کوئی اور بات تھی۔ اب رہی یہ بات کہ داؤد علیہ السلام نے ذنب کا اقرار کر کے استغفار کیوں کیا۔ اسکی بھی کچھ وجوہات ہیں ٭

استغفار کی وجوہات

(۱) یہ لوگ اپنے اندر بڑی خشیت الٰہی رکھتے ہیں جب دیکھتے ہیں کہ لوگوں میں کسی قسم کی سستی یا شرارت آگئی ہے تو وہ اُسے اپنی کسی کمزوری کا نتیجہ سمجھتے ہیں جب انہوں نے دیکھا کہ اب لوگ شاہی دیواریں بھی کودنے لگے ہیں تو انہوں نے استغفار کیا کہ میرے خدا اگر یہ میری کسی کمزوری کا نتیجہ ہے تو تو میری اس کمزوری کی حفاظت کر۔ پھر خدا نے انکی حفاظت فرمائی۔ مجھے اس وقت حضرت خلیفۃ ثانی کی

ایک بات یاد آگئی ہے۔ فرمایا کرتے ہیں کسی ولی نے کہا کہ جب میں کوئی غلطی کرتا ہوں تو اسدن میری خچر اور غلام بھی میری نافرمانی کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنی ہی کسی غلطی کا نتیجہ سمجھتے ہیں ؛

دوم۔ یہاں ذنب کا لفظ رکھ کر یہ بتایا کہ یہ اسکی لغزش تھی۔ کہ انھوں نے اپنی رعایا کو اتنا آزاد چھوڑ دیا ہے کہ اب لوگوں نے شاہی دیواریں کودنی شروع کر دی ہیں۔ چونکہ انھوں نے خبر نہیں لی۔ اس لئے اس غلطی یا سستی اور لغزش کو مدنظر رکھ کر جھٹ خدا کے حضور میں گر گئے۔ کہ اے خدا میری یہ غلطی تھی تو اسے بخش۔ خدا تعالیٰ نے اسے بخشدیا۔

الغرض اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ انھوں نے اس عورت پر عاشق ہونے کے گناہ کو تسلیم کر لیا جب ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ انبیاء کی شان ان باتوں سے منزہ ہوتی ہے۔ تو انکی طرف ایسی فضول باتیں منسوب کرنا سراسر قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ آمین

عبیداللہ وزیرآبادی

معزز ناظرین الفضل

الفضل کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے ضروری ہی کہ کم از کم پانسو خریدار اور مہیا کئے جائیں آپ اس کے متعلق پر زور کوشش کریں ورنہ آپ کی بے پروائی کا نتیجہ ایسا نکلیگا۔ جو خوش آیند نہیں ہو سکتا۔ میرا کام صرف اطلاع دینا ہے ؛

۲۔ عنقریب مباحثہ شملہ کا فیصلہ چھپ کر شائع ہوگا جو صاحب آٹھ آنے تک وی پی وصول کرنے کیلئے تیار نہ ہوں وہ اطلاع دیں تاکہ انکے نام نہ بھیجی جائے ؛

چاٹگانگ میں تبلیغ سلسلہ احمدیہ

نمبر (۱)

چونکہ چاٹگام کی طرف علماء سلسلہ احمدیہ کا یہ پہلا سفر ہے۔ اس لئے اسکے حالات بالتفصیل چھاپے جاتے ہیں۔ تاکہ آنے والی نسلیں جب چاٹگام میں احمدی ہی احمدی دیکھیں۔ تو صحابہ مسیح موعود پر سلام بھیجیں۔ جنھوں نے ایسی مشکلات میں پہلے پہلے اس کا بیج ڈالا۔ اور پھر نصرت الٰہی و کامیابی الٰہی پر سجدات شکر بجا لائیں ؛

(ایڈیٹر)

سفر چاٹگانگ

۱۶ر اپریل کو یہ عاجز بمع مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب اور چودہری فتح محمد صاحب بحکم حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز قادیان سے چاٹگام کی طرف روانہ ہوکر ۱۸ر کی صبح کو کلکتہ پہونچے۔ چونکہ گاڑی رات کے نو بجے چلتی تھی۔ اس لئے رات تک ہمیں وہاں ٹھہرنا پڑا۔ وہاں سے رات کے نو بجے روانہ ہوکر علے الصبح گوالنند پہونچے۔ وہاں آگے سٹیمر میں سوار ہوکر جو کہ بالکل تیار تھا۔ چاندپور دوپہر کو دو بجے پہنچے۔ وہاں سے بھی آگے گاڑی نو بجے رات کے چاٹگانگ کو جاتی تھی۔ اس لئے ہمیں وہاں اسٹیشن پر انتظار کرنا پڑا۔ لیکن چار بجے کے قریب مکرمی چودہری صاحب کے پیٹ میں درد شروع ہوئی۔ اور وہ درد اسقدر بڑھا کہ آخر ہمیں چاندپور شہر میں کسی ڈاکٹر کی تلاش میں جانا پڑا۔ وہاں ایک گورنمنٹ ڈسپنسری تھی۔ جب ہم وہاں پہنچے۔ تو ڈاکٹر صاحب نے جو ایک بہت خلیق آدمی تھے۔ اور جن کے ہمدردانہ سلوک کے ہم تہِ دل سے شکر گذار ہیں کہا کہ چودہری صاحب بالکل سفر کے قابل نہیں۔ اس لئے مجبوراً ہمیں وہاں دو دن تک قیام کرنا پڑا۔ گو اس وقت بھی چودہری صاحب کی طبیعت بالکل صاف نہ تھی مگر تاہم سفر کے قابل ہو گئے۔ اس لئے ہم ۲۱ر کی رات کو سوار ہوکر۔ ۲۲ر کو چاٹگانگ پہنچے ؛

چاٹگام میں علماء کا جوش

وہاں پہنچکر ہمنے محسوس کیا کہ علماء کے اندر ایک عجیب کھلبلی پڑی ہوئی ہے۔ اور ہمارے آنے کی خبر سنکر وہ سخت اضطراب میں ہیں۔ اور اس امر کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح احمدیوں کے لیکچر نہ ہونے پائیں کیونکہ ان کو یقین تھا کہ اگر لیکچر ہو گئے تو ضرور لوگ احمدیت کی طرف جھک جائینگے اس کے لئے پہلی کوشش انھوں نے یہ کی کہ ان میں سے بعض علماء نے ہمارے احمدی دوستوں کے پاس آکر احمدی جماعت کی تعریفیں شروع کیں۔ اور اپنے آپ کو ایسا ظاہر کیا کہ گویا وہ احمدی جماعت کے بہت خیرخواہ اور اسکے ساتھ سچی ہمدردی رکھنے والے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے کہا کہ آپکے لیکچروں کے لئے ہم مکان وغیرہ کا انتظام کر دیتے ہیں۔ اس بنا پر اس شہر میں لیکچروں کے لئے جو سب سے زیادہ موزون جگہ تھی وہ ان کو لے دی۔ اور دل میں یہ شرارت تھی کہ ہمیں لیکچروں کے وقت جگہ دینے سے انکار کر دینگے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا جب اعلان چھپ گیا۔ اور قریب تھا کہ ہم اسکو شہر میں تقسیم کر دیتے۔ تو اس عالم نے آکر یہ کہا کہ آپکے لیکچر ہال اس شرط پر دیا جائیگا۔ اگر آپ اعلان میں یہ شائع کریں کہ ہمارے لیکچروں کے بعد مخالف علماء بھی ہماری تردید میں بولینگے۔ لیکن ان کے جواب کی آپ کو ہرگز اجازت نہ ہوگی۔ چنانچہ اسپر تقریباً دو گھنٹہ تک گفتگو ہوتی رہی۔ اور ان کو ہرچند کہا گیا کہ جیسا لیکچروں میں طریق ہے۔ آپ بیشک ہمارے لیکچروں کے متعلق جسقدر چاہیں۔ سوال کریں۔ ہم ان کے جواب دینگے۔ لیکن انہوں نے اس بات پر بڑی اصرار کیا کہ ہماری بھی مستقل تقریرین ہونگی اور آپ کو جواب دینے کا کوئی حق نہیں ہوگا ہمنے کہا کہ آپ جسطرح چاہیں اور جہاں چاہیں تقریریں کریں ہم آپ کو روک نہیں سکتے۔ لیکن انھوں نے اسپر بھی اصرار کیا۔ اور کہا کہ تردید کے وقت آپ کا وہاں بیٹھنا ضروری ہے۔ اور آپکے سامنے آپکے لیکچروں کا رد کیا جاوے گا۔ ہمنے کہا کہ یہ ایک مناظرہ کی قسم ہے۔ آپ ہم کو مناظرہ کا چیلنج دیں۔ شرائط باحث کے بعد ہم اسکو قبول کر لینگے۔ آپ ہمارے لیکچروں میں خلل انداز نہ ہوں۔ اسپر انھوں نے کہا کہ ہم مناظرہ کا چیلنج بھی دے دیتے ہیں مگر لیکچروں کے لئے آپ کو ہال نہیں مل سکتا ؛

چونکہ وہاں اس مکان کے سوائے اور کوئی مکان ہی

لکچروں کیلئے نہ تھا۔ اور اگر کوئی تھا بھی تو وہ بھی اسی طرح انہی لوگوں کے ماتحت تھا۔ اس لئے اب ہمیں مجبوراً ایسا مکان تجویز کرنا پڑا۔ جو انکے تصرف سے باہر ہو۔ چنانچہ اس کے لئے مکرم و معظم مولانا مولوی عبد اللطیف صاحب کا مکان تجویز ہوا۔ یہ مکان اگرچہ شہر سے بہت دور تھا۔ مگر وسیع ہونے کی وجہ سے لکچروں کے لئے خوب موزون تھا۔

اب جب مولویوں نے دیکھا کہ ہماری کوشش اکارت گئی تو انھوں نے لوگوں کے روکنے کے لئے ایک طرف تو شہر میں لکچر دینے شروع کئے۔ اور لوگوں کو ڈرایا اور کہا کہ اگر کوئی شخص لکچر سننے گیا تو اسکی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ اسپر وہاں کے لوگ جو اکثر جاہل اور مولویوں کے بہت زیر اثر ہیں۔ اور اس قسم کا فتوے بھی ایک نیا فتویٰ تھا۔ ڈر گئے۔ اور دوسری طرف لیکچر گاہ کے باہر راستوں میں کھڑے ہو کر آنے والوں کو روکنا شروع کیا۔ اور ادھر گاڑی بانوں کو بھی گاڑی کرایہ پر دینے سے روک دیا۔

باوجود مخالفت کے تبلیغ کا اثر

مگر باوجود ان سب کوششوں کے پھر بھی کچھ نہ کچھ لوگ ہماری تقریریں سننے کے لئے آجاتے تھے۔ اور خدا کے فضل و کرم سے ان میں سے بعض بہت نیک اثر لے کر گئے۔ اور انہوں نے تمام مسائل کے متعلق مفصل تحقیق کی۔ اور تشفی بخش جواب پاکر زیادہ تحقیق کے لئے اسی وقت قادیان میں کتابوں کے لئے خطوط لکھ دئے۔ اور بہتوں نے اپنے پتے لکھوا دیئے تاکہ ہم یہاں سے ان کو کتابیں وی پی کر دیں۔

مولویوں کی ان کوششوں کا نتیجہ یہ تو ہوا کہ لوگ ان سے ڈر کر ہمارے لکچروں میں تو زیادہ حاضر نہ ہو سکے۔ مگر انھوں نے ہمارے قیام گاہ پر حاضر ہو کر تحقیق شروع کی۔ خدا کے فضل و کرم سے چند دن تک تو ہمارا سارا سارا دن ہی لوگوں کے سمجھانے میں خرچ ہوتا تھا۔ ان میں سے بہت سے آدمیوں نے اقرار کیا کہ تمہاری باتیں بالکل سچی ہیں۔ کوئی مولوی ان کا رد نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک مولوی صاحب میرے ساتھ گفتگو کر رہے تھے۔ اور چند انگریزی خوان نوجوان بیٹھے سن رہے تھے۔ آخر اس مولوی کے بے جا عناد اور ہٹ دھرمی کو دیکھ کر ایک نوجوان اٹھا۔ اور مجھے انگریزی میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔ کہ ہمیں آپ کی باتیں بہت دلچسپ معلوم ہوتی ہیں اور یہ مولوی ہم کو اچھی طرح سننے نہیں دیتا۔ اس لئے آپ اسکو کسی طرح سے رخصت کریں۔ اور ہمیں سمجھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور پھر انھوں نے خوب دلچسپی سے سنا اور شام کے وقت اُٹھتی دفعہ میرا پتہ لکھ کر لے گئے۔ تاکہ زیادہ تحقیق کے لئے خط و کتابت کریں۔

ایک طالب حق وکیل

اس وقت تک تو مولوی صاحبان کی کوششیں صرف اسی حد تک محدود تھیں۔ کہ لوگوں کو ہمارے پاس آنے سے روکیں۔ ہمارے خلاف اُکسانے کی طرف ابھی انکو توجہ نہیں ہوئی تھی۔ مگر اتفاق سے ایک ایسا امر پیش آگیا۔ جسمیں اگر وہ لوگوں کو ہمارے خلاف اُکسا کر فتنہ کی آگ نہ بھڑکاتے تو انکی سخت ذلت و رسوائی تھی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ وہاں شہر کے معززین میں سے ایک سرکاری وکیل ہیں جن کا نام مولوی عبد الستار ہے۔ وہ ہم سے اچھی طرح ملتے رہے۔ اور بہت سی باتیں دریافت کرتے رہے۔ حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کی پُر معارف باتوں کا آپ پر بہت اثر ہوا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ احمدیت کے بہت قریب آگئے ہیں۔ چنانچہ ایک شام کا ذکر ہے کہ ہم اپنی قیام گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور جناب وکیل صاحب بھی ہمارے پاس تشریف رکھتے تھے۔ کہ چند مولوی اکٹھے ہو کر شرائط مناظرہ طے کرنے کے لئے آگئے۔ بہت سی گفتگو کے بعد جب انہوں نے شرائط کا تصفیہ ہوتے ہوئے نہ دیکھا۔ کیونکہ مخالف پارٹی ایک تو حکام کی اجازت لینے سے انکاری تھی۔ اور دوسری طرف مدعی کی آخری تقریر ہونے میں لیت و لعل کرتی تھی۔ تو انھوں نے کہا کہ ہم تو دونوں طرف کی باتیں سننا چاہتے ہیں۔ اسپر ایک سفید ریش بزرگ جو کہ وہاں محدث کے نام سے مشہور تھے۔ بولے کیا آپ کو دین محمدی میں کچھ شکوک و شبہات پیدا ہو گئے ہیں۔ جو آپ اوروں کی باتیں بھی سننا چاہتے ہیں۔ تو اسپر وکیل صاحب نے جواب دیا کہ مولانا! ہم تو ان سے دین محمدی کی ہی خوبیاں سنتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل آپ کی عظمت۔ قرآن کریم کی شوکت۔ اسلام کی سچائی ان سب باتوں پر ہم نے ان سے مفصل سنا ہے۔ اسلام کے تمام احکام یہ بجا لاتے ہیں۔ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ ان کو دین محمدی سے الگ کیوں کہا جاتا ہے۔ تو وہ بولے تو۔ اگر ان میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں تو ان کو کہیں کہ اٹھ کر مسجد میں ہمارے ساتھ نماز پڑھیں۔ اسپر وکیل صاحب نے مجھے مخاطب کیا کہ اس کا جواب دو۔ میں نے ان کو کہا جناب تو محدث ہیں۔ آپ ہی بتلائیے کہ آنیوالے مسیح کے جو منکر ہونگے۔ کیا آپ اُن کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ یا پڑھنی جائز سمجھیں گے۔ تو اسپر انھوں نے گردن نیچے ڈالدی۔ اور دیگر مولویوں نے شور مچا دیا کہ ہم یہاں بحث کرنے نہیں آئے۔ اُٹھو چلیں۔ چنانچہ وہ اُٹھ کر چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن محدث صاحب اُٹھتے اُٹھتے بہت ہی مایوسانہ پیرایہ میں یہ کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ تو پھر ہم کو دائرہ اسلام سے ہی خارج سمجھتے ہیں۔

ایک مناظرہ کا اہتمام

خلاصہ یہ کہ جب وکیل صاحب نے ادہر ہماری باتوں کو سنا۔ اور ان سے متاثر ہوئے۔ اور ادہر مخالف مولویوں کا شور دیکھا۔ تو انھوں نے یہ تجویز کی کہ اپنے مکان پر ہم کو دعوت دیں اور ساتھ ہی چند ایک اپنے خاص دوست بلوائیں۔ اور ایک دو مشہور مولوی شہر کے بلوا کر طرفین کی باتوں کو سنیں۔ چنانچہ جمعہ کی رات کو انھوں نے ہم کو بلوایا۔ وقت ۷½ بجے مقرر تھا۔ ہم وقت مقررہ پر وہاں پہنچ گئے لیکن ہمارے مخالف مولوی ایک گھنٹہ دیر کر کے وہاں پہونچے۔

مولویان شہر

جب ہم وکیل صاحب کے مکان پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بجائے پانچ چھ آدمیوں کے تیس چالیس آدمیوں کا مجمع ہے۔ ان سے پوچھا گیا انہوں نے کہا کہ میں نے تو ہرگز کسی کو نہیں بلوایا۔ مگر خدا جانے یہ لوگ کسطرح آگئے ہیں۔ اور بجائے ایک دو مولوی کے چھ سات مولوی اکٹھے ہو گئے۔ گویا کہ شہر میں جس قدر بھی مولوی تھے سب آموجود ہوئے۔

مولوی صاحبان تو آنے پر مجبور تھے کیونکہ خاص طور پر دعوت میں بلائے گئے تھے۔ اور اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ لیکن گفتگو سے بھاگنے کے لئے جسقدر کوشش اُن سے ہو سکتی تھی۔ کی۔ آخر یہ تلخ پیالہ انہیں پینا ہی پڑا۔ کیونکہ مباحثہ سے بھاگنے کے لئے انہوں نے

تصفیہ شرائط

بعض ایسی شرائط پیش کیں۔ جنکی

نسبت انکو یقین تھا۔ کہ احمدی کبھی بھی اپنی مسافرانہ حالت میں ہونے کی وجہ سے ان کو قبول نہ کرینگے۔ لیکن بہت سی گفتگو کے بعد آخر ایسے طریق پر ہم نے انکی شرائط کو منظور کر لیا کہ جس سے ہمیں بھی زیادہ نہ ٹھہرنا پڑے۔ اور ان کو بھی ہمارے واپس آنے کے بعد عوام کو یہ کہکر کہ احمدی بھاگ گئے۔ دہوکہ دینے کا موقعہ نہ ملے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ گفتگو سے پہلے جب شرائط طے ہونے لگیں۔ تو یہ کہا گیا۔ کہ پہلے مدعی کی تقریر ہوگی۔ اسپر مولوی صاحب اعتراض کرینگے۔ پھر اس کا جواب ہوگا۔ اسپر ایک مسئلہ کا مباحثہ ختم ہو جائیگا۔ لیکن مولوی صاحب نے کہا کہ یہ ہمیں منظور نہیں بلکہ مباحثہ تب تک جاری رہے گا۔ جب تک کہ ہم ساکت نہ ہو جائیں۔ خواہ یہ قیامت تک چلتا رہے۔ اور جب بھی مناظرہ ختم ہوگا۔ ہمارے اعتراض پر ہوگا نہ مدعی کے جواب پر۔ اسپر ہم نے بھی اور حاضرین میں سے بعض منصف مزاج لوگوں نے انکو بہت کچھ سمجھایا کہ یہ مناظرہ کا کوئی طریق نہیں۔ مناظرہ ہمیشہ محدود ہوتا ہے۔ آخر ایک حد ہمیں ضرور مقرر کرنی پڑے گی۔ اور آخری تقریر کا حق مدعی کو ہی ہوتا ہے۔ لیکن وہ اپنی ہی بات پر اڑے رہے۔ جب ہمنے دیکھا کہ یہ ماننے کی طرف آتے ہی نہیں۔ تو آخر ہمنے کہا کہ ہمیں یہ منظور ہے۔ لیکن اگر آپ ایسے اعتراضات کرتے چلے جائیں جن کا اصل بحث سے کچھ تعلق ہی نہ ہو تو اس کا کون فیصلہ کریگا۔ کیونکہ آپ کی زبان تو کسی نے بند نہیں کر لینی۔ اسپر جب باوجود بہت سا وقت ضائع ہونے کے کوئی فیصلہ ہوتا ہوا نظر نہ آیا۔ تو حاضرین میں سے تین [illegible] سادات اُٹھے۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہمنے یہ جلسہ مولویوں کی تشفی کے لئے نہیں کرایا۔ بلکہ اس لئے کرایا ہے کہ ہماری تسلی و اطمینان ہو جائے۔ اس لئے جسوقت ہم سمجھ لینگے کہ ہماری تسلی ہو گئی ہے۔ اسوقت مناظرہ بند کر دیا جائیگا اور پھر فریقین میں سے کسی کو بولنے کا حق نہیں ہوگا۔ اسپر تمام لوگ خوش ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ فیصلہ کی بہت آسان راہ ہے۔ اُمید ہے کہ کسی کو اسپر اعتراض نہ ہوگا

چنانچہ لوگوں کی حیرت بہت ہی بڑھ گئی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ مولوی صاحب اٹھے اور کہنے لگے کہ اگر یہ بات ہے، تو ہم جاتے ہیں۔ آپ خود ہی گفتگو کر لیں۔ لوگ چونکہ سُننے کے بہت مشتاق تھے۔ اور ہمیں بھی شوق تھا کہ لوگ کچھ جمع ہوئے ہوئے ہیں۔ ضرور حق پہنچا دینا چاہیئے۔ اور ساتھ ہی ہمیں کامل یقین تھا کہ خدا کے فضل و کرم سے ایک دو تقریروں کے بعد ہی یہ رہ جائینگے۔ اس لئے ہمنے کہا کہ ہمیں اسی طرح ہی منظور ہے۔ لیکن ہم چونکہ مسافر ہیں۔ اور ہم کچھ دنوں کے بعد آخر یہاں سے ضرور روانہ ہوں گے۔ اس لئے ہمارے بعد مولوی عبد اللطیف صاحب گفتگو کرتے رہینگے۔ آپکو یہ کہنے کا حق نہ ہوگا۔ کہ احمدی بھاگ گئے۔ یہاں کی جماعت احمدیہ آپ کو جواب دیتی رہے گی ٭

مناظر مولوی کا انوکھا اسلام

خدا خدا کر کے یہ فیصلہ ہوا۔ اور اب سب حاضرین اس امر کے منتظر بیٹھے تھے۔ کہ اب تقریر شروع ہوگی۔ مگر مولوی صاحب نے کچھ اور ہی گل کھلا دیئے۔ آپنے کھڑے ہو کر بطور تمہید کے ایک تقریر کی۔ جس میں اس امر پر زور دیا گیا۔ کہ احادیث چونکہ ایک ظنی امر ہے۔ اس لئے جو احادیث آپ لوگ پیش کرینگے۔ ہم ان کو مردود کہہ دینگے۔ اور جو ہم پیش کرینگے۔ ان کو آپ مردود کہدینگے۔ اسلئے احادیث کو تو بالکل ہی چھوڑ دینا چاہیئے۔ صرف قرآن شریف سے ہی یہ ثابت کیا جاوے کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں ٭

اور قرآن شریف بھی چونکہ عربی زبان میں ہے۔ اور حاضرین بھی عربی زبان نہیں جانتے۔ اس لئے فریقین کے دلائل کا فیصلہ ان کے لئے مشکل ہوگا۔ اسلئے جو کچھ عربی زبان کے ماہرین یعنی مفسرین نے لکھا ہے۔ وہی قول فیصل سمجھا جائے گا ٭

اسپر ہمنے اُٹھ کر کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے باوجود مسلمانوں کے اس فرقہ کے وکیل ہونے کے جو احادیث کے قائل ہیں شریعت کی ایک ٹانگ کو بالکل توڑ دیا ہے۔ باقی رہا مفسرین کا سوال۔ سو ان کے اقوال میں جو اسقدر اختلاف بھرا پڑا ہوا ہے۔ ان کا کون فیصلہ کرے گا۔ اور اسقدر اختلاف کے ہوتے ہوئے آپ کسی ایک مفسر کو لیں جس کا قول حجت ہو سکے اور ساتھ ہی وجہ ترجیح بھی بیان کر دیں ٭

ہم تو اس امر کے لئے بھی تیار ہیں کہ محض قرآن شریف سے ہی حضرت مرزا صاحب (فداہ روحی و جسمی) کی صداقت کو ثابت کریں مگر جو سُننے والے ہیں۔ انمیں سے اکثروں کا یہ اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی تک زندہ آسمان پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور وہی بعینہٖ پھر دوبارہ نازل ہونگے۔ اسلئے اگر ہمنے قرآن شریف میں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت ثابت بھی کر دیا تو انکی تسلی نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ پہلے مسیح کے آنے کے عقیدہ کا غلط ہونا ثابت کر کے ان کے دل سے اس کا اثر نہ مٹایا جاوے۔ اسپر مولوی صاحب کو اور بھی طیش آیا۔ اور وہ اپنی سب تفسیریں وغیرہ بھی بھول گئے اور غصہ میں آکر بولے۔ کہ نبوت ایک عام چیز ہے۔ عیسائی۔ برہمو۔ آریہ۔ دہریہ سب کے سامنے آپنے پیش کرنی چاہیئے اس لئے عام عقلی دلائل سے ثابت کرنی چاہیئے۔ پہلے قرآن کو قرآن ثابت کرو۔ اور حدیث کو حدیث۔ پھر قرآن اور حدیث سے استدلال کرو۔ اسپر پھر ہمنے کہا کہ یہ بالکل سچ ہے، کہ نبوت عام چیز ہے۔ اور ہم ہر ایک مذہب والے کے سامنے اسکو پیش کرتے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے ان کے سامنے ثابت کر کے ان کو منوا لیتے ہیں۔ لیکن اسوقت میرے سامنے وہ لوگ ہیں۔ جو قرآن شریف کو اللہ تعالیٰ کی کتاب یقین کرتے ہیں اسکی ہر آیت کو حجت سمجھتے ہیں۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے سامنے اپنی گردن جھکا دینا سعادت دارین گردانتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے سامنے مجھے ضرورت نہیں کہ پہلے اُن کے مسلمات کو ثابت کروں۔ اور نہ ہی یہ طریق مناظرہ ہے ٭

اسپر بھی مولوی صاحب باز نہ آئے۔ اور اسی بات پر زور دیتے رہے کہ نہیں عام دلائل سے ثابت کرو۔ سمجھ لو کہ ہم قرآن کے منکر ہیں ٭

اسبات پر جب ایک گھنٹہ کے قریب وقت ضائع ہو گیا

لہ یہ بات مولوی صاحب نے کیوں کہی۔ اسلئے کہ انکو یقین تھا کہ حدیث میں تو مسیح کے آنے کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ نبی ہوگا لیکن ان کے نزدیک قرآن میں نہ تو مسیح اور مہدی کا کہیں ذکر ہے اس لئے قرآن شریف سے تو یہ لوگ صداقت مسیح موعود بالکل ثابت ہی نہ کر سکیں گے۔ اور وہاں پر خاتم النبیین پر بعض مفسرین کے اقوال دکھا کر شور مچا دینگے کہ مرزا صاحب نبی اللہ کیسے ہو گئے

اور راہتے کے گیا نہ بچ گئے ہیں۔ اور ہینے دیکھا کہ انکی نیت تو فرار کی ہے۔ مگر یہ ایسے طریق پر چاہتے ہیں کہ بحث کو بند کر کے لوگوں کو دھوکہ دیں کہ احمدی لوگ بھاگ گئے ہیں۔ اس لئے میں نے آخر کہا کہ بہت اچھا میں عقلی دلائل سے حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ثابت کرتا ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ مولوی صاحبان کو پھر اختیار نہ ہوگا کہ اعتراض قرآن شریف یا حدیث سے کرے۔ بلکہ وہ بھی اس امر کے پابند ہوں گے۔ کہ صرف عقلی ہی اعتراض کریں ؁

اسپر پھر مولوی صاحب بہت گھبرائے۔ اور کہنے لگے کہ اچھا ہم قرآن شریف کو مان لیتے ہیں۔ آپ قرآن مجید سے ثابت کریں۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے تقریر شروع کی ؁

(باقی دوسرے نمبر میں)

شیعوں کا یہ عقیدہ کہ نبی سلطانِ وقت کا مطیع نہیں ہوتا بالکل غلط ہے

رسالہ اصلاح نمبرہ جلد ۱۹ میری نظر سے گذرا جس میں امامنا ومطاعنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر اعتراض کیا گیا ہے۔ اور اعتراض کی تائید میں ایک دو آیتیں قرآن کریم کی بھی لکھ ڈالی ہیں۔ کیا ہی ایک عجیب اور نئی بات نہیں کہ شیعہ اور قرآنی آیات سے تمسک۔ میرے نزدیک تو خود یہ طرز ہی حضرت مسیح موعود کی صداقت کی روشن ترین ادلہ میں سے ہے کہ یہ قوم قرآن کریم کی طرف متوجہ ہو گئی ؁

قول۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اطاعت کے تین درجے قرار دیئے گئے ہیں۔ اطاعت خدا۔ اطاعت رسول اطاعت اولی الامر۔ تو کیا ممکن ہے کہ کوئی رسول اپنے ماتحت اولی الامر کا ماتحت ہو۔ اگر یہ ممکن ہے تو یہ بھی ممکن ہو کہ خدا بھی اولی الامر کا مطیع ہو۔ نعوذ باللہ من ہذہ العقیدۃ

اقول۔ آپنے قرآنی آیت تو لکھ دی۔ مگر ابھی قرآن کریم کی عظمت آپکے دل میں پیدا نہیں ہوئی۔ ذرا فرمائیے کہ آپکے ماتحت کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ جب آپ اس تعریف پر بجا پر غور فرما دینگے۔ تو خدا کے مطیع ہونے کے امکان کا استدلال بھی لغو ثابت ہو جائے گا ؁

آیت قرآنی اسطرح ہے۔ یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو۔ اور اس رسول کی اطاعت اور اپنے حکام کی اطاعت کرو۔ ہر ایک رسول کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ ایک حیثیت میں حیثیت رسالت۔ دوسری حیثیت میں حیثیت مومن۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔ و امرت ان اکون من المومنین۔ وامن الرسول بما انزل الیہ وغیرہ آیات اور یہ آیت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ .... الا یہ بھی انزل اللہ سے باہر نہیں لیکن حضرت اقدس جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ ہی یہ ہے۔ کہ میں اُمتی نبی ہوں۔ جیسا کہ اللہ اور رسول کا منشا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین ؁

قول۔ کوئی نبی کوئی رسول کسی گورنمنٹ کا مطیع وفرمانبردار نہیں رہا ہے۔ بلکہ ہر نبی نے سلاطین وقت سے مخالفت کی ہے۔ اور انکی سلطنتوں کو پاش پاش کیا ہے یا انکی سلطنتوں سے نکل گئے ہیں ؁

قول۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی بنی اسرائیلی گورنمنٹ غیر مذہب کے ماتحت رہے۔ اور رعیت کے اور مجرموں کی طرح حوالات پیشی رہے جس سے آپ بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اور آیت ولکن شبہ لھم۔ آپ کو انکار بھی نہیں کرنے دیتی۔ بلکہ آپ خود اسی رسالہ کے صفحہ میں اقرار کرتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناکام رہے آپ کا اس سے یہی مطلب ہوگا کہ غیر مذہب گورنمنٹ کے ماتحت رہے۔ اور کچھ پیش نہ گئی۔ امید نہیں کہ آپ کا اس ناکامی سے یہ مطلب ہو کہ ادائے فرض دعوے نبوت میں ناکام رہے۔ پس اس صورت میں آپ کسطرح حضرت مسیح موعود پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ غیر مذہب گورنمنٹ کے ماتحت رہنے سے انکی نبوت ٹوٹ جاتی ہے۔ معلوم نہیں کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نبوت پر بھی آپ پورا ایمان رکھتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ آپکے خود تراشیدہ قاعدہ "کوئی نبی کوئی رسول کسی گورنمنٹ کا مطیع وفرمانبردار نہیں رہا" انکو بھی نبوت سے جواب دیتا ہے اور خود یہ دعوے کہ ہر نبی نے سلاطین وقت سے مخالفت کی ہے قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے۔ وینھٰکم عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی۔ اور ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ قابل غور ہیں ؁

قول۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ کہ ہمنے تو رسول اس غرض سے بھیجا ہے۔ کہ اسکی اطاعت کی جائے۔ باذن اللہ ؁

اقول۔ بجا اور درست ہے۔ تین لاکھ سے زیادہ انسان اس وقت تک اس رسول کے مطیع فرمان ہیں۔ ساری دنیا کا مطیع فرمان ہونا کسی پہلے نبی میں بھی نہیں پایا جاتا ہے۔ اگر کہو کہ یہ خود بھی مطیع فرمان ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور نہ کوئی ایسا لفظ اس آیت میں موجود ہے کہ نبی وہ ہے جو کسی کا مطیع نہ ہو۔ بلکہ یہ تو واقعات کے بھی برخلاف ہے۔ اگر حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مطیع فرمان نہ تھے۔ تو وہ انکو افعصیت امری کہنے کے بھی مجاز نہ تھے۔ حالانکہ قرآن کریم میں درج ہے۔ پھر خود موسیٰ علیہ السلام کا کہنا۔ ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا۔ اور پھر لا اعصی لک امرا۔ قرآن کریم میں قابل غور ہیں ؁

مساکین ویتامی کی خبر لو

برادران سلسلہ احمدیہ پر یہ امر بخوبی روشن ہے۔ کہ مساکین ویتامی کی ایک کافی تعداد دارالامان میں برائے حصول تعلیم دینی اقامت پذیر ہے۔ ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے دفتر ہذا کو اکثر دقت پیش رہتی۔ کیونکہ کسی نہ کسی طور پر ان کی ضروریات کو پورا کرنا پڑتا ہے۔ اس تکلیف کو رفع کرنے کیلئے ذی مقدرت اور صاحب ہمت احباب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ اگر آپ لوگ تھوڑی سی توجہ اس قابل امداد گروہ کی طرف مبذول فرماویں تو دفتر کی یہ دقت بہت آسانی سے رفع ہو سکتی ہے۔ وہ اسی طرح ہو کر بچے پارچات اور نئی جوتی آپ پہنیں تو پرانے پارجات اور جوتی ان مساکین کے لئے دفتر ہذا میں بھیجدیا کریں ہر ایک مستعمل پارچہ۔ جوتی یا کتاب کو ہم شکریہ کے ساتھ قبول کریں گے۔ اگر اسی بات کی عادت ہمارے احباب میں پڑ جائے تو امید کی جا سکتی ہے کہ دفتر کو جو ایک بھاری رقم ان اخراجات کے لئے ماہوار خرچ کرنی پڑتی ہے۔ وہ خرچ نہ ہو پس اسی بات کے لئے عموماً ہر ایک احمدی بھائی کو اور خصوصاً سکرٹریان انجمن ہائے احمدیہ بیرونجات کو اپنے احباب میں زور سے تحریک کرنی چاہیئے۔ کہ وہ زائد از ضرورت قرآن شریف دیگر کتب درسی کہنہ پارچات۔ جوتی۔ موسم سرما کے لئے کہنہ لحاف توشک وغیرہ وغیرہ دفتر سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام بھیجکر مشکور فرماویں۔

سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

فہرست وصایا ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء

۱۰۶۸۔ علی محمد ولد رمضان قوم جٹ وڑائچ ساکن سہوکی تحصیل و ضلع گجرات۔ اپنی جائداد غیر منقولہ مشترکہ اراضی ۱۰ مرلہ کے دسویں حصہ کی وصیت کی ÷

۱۰۶۹۔ مسماۃ زینت الاسلام۔ زوجہ مرزا محمد افضل خان ساکن شملہ اپنی جائداد منقولہ نی مہر کے یکصد روپے کے پانچویں حصہ کی وصیت کی

۱۰۷۰۔ مسماۃ اللہ زوجہ سید حسن شاہ قوم سید

۱۰۷۱۔ نور احمد ولد عمر الدین قوم کمہار ساکن قادیان ضلع گورداسپور ملازم لنگر خانہ اپنے دو مکان کے دسویں حصہ کی وصیت کی

۱۰۷۲۔ مسماۃ بیوی جان زوجہ وہاب خان قوم پٹھان ساکن لودیانہ حال مقیم قادیان۔ کوئی جائداد نہیں صرف ۴ روپیہ ماہوار کی وصیت کی ÷

۱۰۷۳۔ نور الدین نو مسلم ولد وزیرا قوم چمار ساکن بھین ضلع جالندھر حال مقیم قادیان اپنی جائداد منقولہ مالیتی ۱۴۰ روپے نقد کے دسویں حصہ کی وصیت کی۔

۱۰۷۴۔ امام الدین ولد پیراں دتا قوم بر والہ ساکن جہیور تحصیل تحصیل ظفروال ضلع سیالکوٹ اپنی جائداد منقولہ تنخواہ ۵ ماہوار کے دسویں حصہ کی وصیت کی

۱۰۷۵۔ محمد النساء زوجہ قاضی نور محمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور اپنی جائداد منقولہ از قسم زیور ۳ صد روپیہ کے دسویں حصہ کی وصیت کی ÷

۱۰۷۶۔ مسماۃ امام بی بی بنت تاجدین قوم درزی ساکن گجرانوالہ اپنی جائداد حق مہر ۵ صد روپیہ کے دسویں حصہ کی وصیت کی ÷

۱۰۷۷۔ کریم بخش ولد کرم الٰہی قوم درزی ساکن گوجرانوالہ اپنی جائداد منقولہ و غیر منقولہ ۳۲۰ تین صد بیس روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ÷

۱۰۷۸۔ مسماۃ قمر سلطان بیگم زوجہ مستری میراں بخش قوم پٹھان۔ ساکن ننگل باغبانان۔ اپنی جائداد منقولہ از قسم زیور ڈیڑھ صد ۱۵۰ روپیہ کے دسویں حصہ کی وصیت کی ÷

۱۰۷۹۔ شاہ ولی خان ولد محمد ولی خان مرحوم قوم راجپوت پنوار ساکن چنگا بنگیال تحصیل گوجر خان دو مکان سکنی اور اراضی ۱۲ کنال کے دسویں حصہ کی وصیت کی

۱۰۸۰۔ لطیفاً زوجہ میاں احمد نور قوم شیخ ساکن کپورتھلہ حال مقیم قادیان ضلع گورداسپور اپنی جائداد مہر مالیتی ۱۵۰ روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ÷

مسماۃ فاطمہ زوجہ محمد یحیٰی خان قوم سید ساکن شاہ آباد ضلع ہردوئی۔ اپنی جائداد زیور و حق مہر تین ہزار کل ۳۲۰۰ کے دسویں حصہ کی وصیت کی۔

۱۰۸۲۔ مولا بخش ولد خیرات اللہ قوم شیخ ساکن نجیب آباد حال قادیان اپنی جائداد ایک قطعہ زمین کے دسویں حصہ کی وصیت کی ÷

۱۰۸۳۔ مسماۃ حسن بی بی اہلیہ حوث محمد قوم کھوکھر ساکن سعد اللہ پور ضلع گجرات اپنی جائداد زیور ۱۰ روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ÷

۱۰۸۴۔ نور محمد ولد حسن محمد قوم کھوکھر ساکن سعد اللہ پور ضلع گجرات اپنی جائداد اراضی مشترکہ اور مویشی کل جائداد مالیتی ۲۷۰ روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ÷

۱۰۸۵۔ شیر محمد ولد حسن محمد قوم کھوکھر ساکن سعد اللہ پور ضلع گجرات۔ اپنی جائداد مکان اور اراضی مشترکہ مالیتی ۱۷۵ روپے کی اور مویشی ۱۰۰ سو روپے کے کل جائداد مالیتی ۲۷۵ روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی

۱۰۸۶۔ امام الدین ولد فضل دین قوم لوہار ساکن سعد اللہ پور ضلع گجرات اپنی جائداد مکان اور اراضی اور مویشی کے اس کل جائداد چھ سو ۶۰۰ روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ÷

۱۰۸۷۔ احمد دین ولد یادگار قوم ترکھان ساکن سعد اللہ پور ضلع گجرات ÷ اپنی جائداد اور اراضی اور مکان مالیتی ۳۵۰ روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ÷

۱۰۸۸۔ مسماۃ سید بی بی زوجہ امام الدین قوم لوہار ساکن سعد اللہ پور ضلع گجرات اپنی جائداد و زیور ۳۰ روپے کا مہر اس کے دسویں حصہ کی وصیت کی۔

۱۰۸۹۔ فضل احمد ولد فضل داد قوم ملاح ساکن سعد اللہ پور ضلع گجرات اپنی جائداد ایک کشتی قیمتی مالیتی ۴۵ روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ÷

۱۰۹۰۔ حسین محمد ولد علی محمد قوم کھوکھر ساکن سعد اللہ پور ضلع گجرات اپنی اراضی و مکان و مویشی قیمتی مالیتی ۲۴۵ روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی

۱۰۹۱۔ امام بی بی زوجہ جمال الدین قوم لوہار ساکن سعد اللہ پور ضلع گجرات اپنی جائداد زیور [illegible] روپے کے دسویں حصہ کی وصیت